سوال

(29) تمام مساجد میں اعتکاف جائز ہے

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا تین مساجد: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ دوسری مساجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولاتبارشروهن وانتم عاكفون فى المساجد اور اپنی بیویوں سے اس وقت جماع نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو۔ (البقرة: ۱۸۷)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہاکہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے۔ جمہور علماء نے اس آیت کریمہ سے استدلال کرکے ہر مسجد میں اعتکاف کو جائز قرار دیا ہے۔ دیکھئے شرح السنة للبغوی (ج۶ص ۳۹۴) مرعاة المفاتیح (ج۷ص ۱۶۵)

اس کے مقابلے میں بعض لوگوں کا یہ موقف ہے کہ صرف تین مساجد میں ہی اعتکاف جائز ہے: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ! ان کے نزدیک دیگر مساجد میں اعتکاف جائز نہیں ہے۔ یہ لوگ اپنے دعویٰ کی تائید میں ایک روایت پیش کرتے ہیں:

''سفيان بن عيينة عن جامع بن ابى راشد عن ابى وائل قال قال حذيفة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لا اعتكاف الا فى المساجد الثلاثة»

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: تین مساجد کے علاوہ (کسی مسجد میں) اعتکاف نہیں ہے۔ (المعجم للاسماعیلی ۴/۳/۲۰، مشکل الآثار ۴/۲۰، المحلی لابن حزم ۵/۱۹۴، مسئلہ: ۶۳۳)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کی تمام اسانید میں سفیان بن عیینہ راوی موجود ہیں جو کہ عن سے روایت کرتے ہیں۔ کسی ایک سند میں بھی ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ثقہ حافظ اور مشہور مدلس تھے۔

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: ''وهذا ليس فى الدنيا الالسفيان بن عيينة وحده فانه كان يدلس ولايدلس الا عن ثقة متقن۔'' دنیا میں اس کی مثال صرف سفیان بن عیینہ ہی اکیلے کی ہے، کیونکہ آپ تدلیس کرتے تھے مگر ثقہ متقن کے علاوہ کسی دوسرے سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۹۰، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۶۱)

امام ابن حبان کے شاگرد امام دارقطنی وغیرہ کا بھی یہی خیال ہے۔ (دیکھئے سوالات الحاکم للدارقطنی ص ۱۷۵)

امام فیان عن عیینہ درج ذیل ثقات سے بھی تدلیس کرتے تھے :

(۱) علی بن المدینی (۲) ابوعاصم (۳) اور ابن جریج (دیکھئے الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب ص ۳۶۲، نعمت الاثاثہ لتخصیص الاعتکاف بالمساجد الثلاثہ ص ۷۹)

ایک دفعہ سفیان نے (امام ض زہری سے حدیث بیان کی بعد میں پوچھنے والوں کو بتایا کہ میں نے یہ زہری سے نہیں سنی اور نہ اس سے سنی ہے جس نے زہری سے سنا ہے۔

''لم اسمعہ من الزہری ولا ممن سمعہ من الزہری حدثنی عبدالرزاق عن معمر عن الزہری'' مجھے عبدالرزاق نے عن معمر عن الزہری یہ حدیث سنائی ہے۔ (علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۵، الکفایہ ص ۳۵۹، مقدمہ ابن الصلاح ص ۹۶، ۹۵، اختصار علوم الحدیث ص ۵۱، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۲۴، فتح المغیث ج ۱ ص ۱۸۳)

تنبیہ :

اس روایت کی سند ابراہیم بن محمد السکونی السکری کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ایک دفعہ آپ نے عمرو بن دینار (ثقہ) سے ایک حدیث بیان کی۔ پوچھنے پر بتایا کہ

''حدثنی علی بن المدینی عن الضحاک بن مخلد عن ابن جریج عن عمرو ابن دینار'' مجھے علی بن مدینی نے عن الضحاک بن مخلد عن ابن جریج عن عمرو بن دینار کی سند سے یہ حدیث سنائی۔ (فتح المغیث ۱ ص ۱۸۴)

[یہ روایت صحیح سند کے ساتھ الکفایہ ص ۳۵۹۔ ۳۶۰ میں مطولا موجود ہے۔]

حدیث اور اصول حدیث کے عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ یہ سند ابن جریج عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن جریج کا ضعفاء سے تدلیس کرنا بہت زیادہ مشہور ہے۔ (دیکھئے الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص ۵۵، ۵۶)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن عیینہ جن ثقہ شیوخ سے لدیس کرتے تھے ان میں بعض بذات خود مدلس تھے مثلاً ابن جریج وغیرہ۔ ابن عیینہ کے اساتذہ میں امام زہری، محمد بن عجلان اور سفیان ثوری وغیرہم تدلیس کرتے تھے لہٰذا امام سفیان بن عیینہ کا عنعنہ مشکوک ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ آپ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے، محل نظر ہے۔

سفیان نے محمد بن اسحاق کے بارے میں امام زہری کا قول نقل کیا کہ

''اما انہ لایزال فی الناس علم ما بقی ہذا'' لوگوں میں اس وقت تک علم باقی رہے گا جب تک یہ (محمد بن اسحاق بن یسار) زندہ ہیں۔ (تاریخ یحیی بن معین ج ۱ ص ۵۰۴، دوسرا نسخہ ۱۵۷ ت ۹۷۹ من زوائد عباس الدوری، الکامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۹، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۷۲)

اس روایت میں سفیان کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔

سفیان نے یہ قول ابوبکر الہذلی سے سنا تھا۔ (الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۱۹۱)

لٰہذا یہ ثابت ہوا کہ سفیان بن عیینہ نے الہذلی سے تدلیس کی ہے۔

یہ الہذلی متروک الحدیث ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب ۳۹۷)

سفیان بن عیینہ نے حسن بن عمارہ (متروک / تقریب التہذیب ص ۷۱) سے بھی تدلیس کی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ (ص ۱۵۱) خلاصہ یہ کہ امام سفیان بن عیینہ کا صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرنا محل نظر ہے، یہ اکثریتی قاعدہ تو ہوسکتا ہے کلی قاعدہ نہیں ہوسکتا۔

محدثین کرام نے ثقہ تابعی کی مرسل روایت اس خدشہ کی وجہ سے رد کردی ہے کہ ہوسکتا ہے، اس نے غیر صحابی سے سنا ہو۔ اگر غیر صحابی (یعنی تابعی وغیرہ) سے سنا ہے تو ہوسکتا ہے کہ راوی ثقہ ہو یا ضعیف، لہٰذا مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے۔ بعینہ اسی طرح ''لا اعتکاف'' والی روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: ہوسکتا ہے کہ سفیان عیینہ نے یہ روایت ثقہ سے سنی تھی یا غیر ثقہ سے؟ اگر غیر ثقہ سے سنی ہے تو مردود ہے۔

۲: اگر ثقہ سے سنی تھی تو ہوسکتا ہے یہ ثقہ بذات خود مدلس ہوں، جیسا کہ اوپر واضح کردیا گیا ہے۔ جب سفیان کا استاد بذات خود مدلس ہے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اس نے ضرور بالضرور یہ روایت اپنے استاد سے ہی سنی تھی؟ جب اس کے سماع کی تصریح معلوم کرنا ناممکن ہے تو یہ خدشہ قوی ہے کہ اس کی بیان کردہ روایت اس کے ضعیف استاد کی وجہ سے ضعیف ہو لہٰذا اس روایت کو شیخ ابو عمر عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کا حافظ ذہبی کی پیروی کرتے ہوئے، ''صحیح عندی'' کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ اصول حدیث کے سراسر خلاف ہے۔

جناب نورستانی صاحب اور جناب نجم اللہ سلفی صاحب حفظہما اللہ کی طرف راقم الحروف نے اردو زبان میں ایک خط لکھا تھا جس کا جواب کافی عرصے کے بعد عربی زبان وغیرہ میں ملا۔

اس جواب کے ملتے ہی راقم الحروف نے اس کا اردو میں جواب لکھ کر جناب نورستانی صاحب، جناب نجم اللہ صاحب اور بذریعہ خط کتابت جناب ڈاکٹر شجاع اللہ صاحب (لاہوری) کی خدمت میں ارسال کردیا تھا۔

بعد میں شیخ نورستانی صاحب کی کتاب ''نعمۃ الاثاثۃ لتخصیص الاعتکاف بالمساجد الثلاثۃ'' ملی جس میں میرے پہلے خط کو ٹوٹی پھوٹی عربی میں ترجمہ کرکے مع جواب شائع کردیا اور میرا دوسرا (تازہ) خط اس کتاب سے غائب ہے۔ میں نے لکھا تھا:

''بسم اللہ الرحمان الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد:

جناب نورستانی صاحب اور جناب نجم اللہ صاحب کے نام!

آپ کا جواب ملا ہے، اس سلسلے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں:

(۱) آپ اپنی مستدل سند میں امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے سماع کی تصریح ثابت نہیں کرسکے ہیں اور نہ کوئی متابعت پیش کرسکے ہیں۔

(۲) امام ابن عیینہ رحمہ اللہ ثقہ مدلسین مثلاً امام ابن جریج رحمہ اللہ وغیرہ سے بھی تدلیس کرتے تھے لہٰذا ان کا عنعنہ مشکوک ہے۔ اس کا آپ دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

(۳) ابوبکر الہذلی کے سلسلے میں آپ نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام ابن عیینہ رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کا قول الہذلی سے بھی سنا ہے اور امام زہری سے بھی۔ حالانکہ الجرح والتعدیل یا کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں کہ انھوں نے خود یہ قول امام زہری سے سنا ہے۔

الھذلی کے قصہ میں درج ذیل باتیں مدنظر رکھیں :

۱۔ سفیان نے محمد بن اسحاق کو زہری کے پاس دیکھا۔

۲۔ ابن اسحاق نے زہری سے ان کے دربان کی شکایت کی۔

۳۔ زہری نے دربان کو بلا کر سمجھایا۔

۴۔ الھذلی نے زہری کا قول سفیان کو سنایا : ''لا یزال بالمدینۃ علم......''الخ

ان میں اول الذکر تین شقوں میں سفیان کا سماع ہے آخری شق میں نہیں، لہذا بعض راویوں کے اختصار سے آپ کا استدلال صحیح نہیں ہے۔

ابوقلابہ الرقاشی سے قطع نظر ''اعلم بغزا'' والی روایت اور ہے، لایزال بالمدینۃ والی اور، اسے المزید فی متصل الاسانید سے سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ آپ میرے سابق خط کے المشار الیہا صفحات کا دوبارہ مطالعہ کریں۔

[ابوقلابہ عبدالملک بن محمد الرقاشی کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ حسن الحدیث تھے کیونکہ جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔ روایت مذکورہ میں محمد بن جعفر بن یزید اور محمد بن ابراہیم المزنی کی توثیق مطلوب ہے۔]

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی تدلیس کے بارے میں چند مزید فوائد پیش خدمت ہیں :

۱ : حاتم الرازی نے سفیان بن عیینہ عن ابن ابی عروبہ والی ایک روایت کے بارے میں فرمایا : اگر یہ (روایت) صحیح ہوتی تو ابن ابی عروبہ کی کتابوں میں ہوتی اور ابن عیینہ نے اس حدیث میں سماع کی تصریح نہیں کی اور یہ بات اسے ضعیف قرار دے رہی ہے۔ (علل الحدیث ۱/۳۲ ح ۶۰، الفتح المبین ص ۴۱)

۲ : ابن ترکمانی حنفی نے کہا : ''ثم ان ابن عیینۃ مدلس وقد عنعن فی السند''

پھر اس میں ابن عیینہ مدلس ہیں اور انھوں نے عن سے سند بیان کی ہے۔ (الجوہر النقی ۲/۱۳۸)

نیز دیکھئے المستدرک للحاکم (۲/۵۳۹ ح ۳۹۸۵)

(۴) جناب نجم اللہ صاحب کا امام ذہبی و علامہ البانی کی تقلید میں صحیحین پر طعن کرنا کہ ''اور شروط سماع نہ ہوں تو بھی روایت مردود ہوگی'' غلط و مردود ہے۔

صحیحین کو تلقی بالقبول حاصل ہے بلکہ ان کی صحت پر اجماع ہے۔ صرف یہی دلیل اس بات کے لئے کافی ہے کہ صحیحین میں مدلسین کی روایات سماع یا متابعت پر محمول ہیں۔

(۵) امام سفیان بن عیینہ کی معنعن روایت بلحاظِ سند ضعیف و بلحاظ متن منکر ہے لہذا اسے ''صحیح عندی'' کہنا غیر صحیح ہے۔

(۶) آپ دونوں حضرات سے درخواست ہے کہ اس ضعیف و معلول روایت کو لوگوں میں پھیلا کر امت میں فتنہ پیدا نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ زبیر علیزئی ۹۹۔۱۰۔۱۴''

اس خط کا ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔

مختصر عرض ہے کہ سفیان بن عیینہ کی بیان کردہ روایت : ''لا اعتکاف الا فی المساجد الثلاثۃ'' بلحاظ سند ضعیف ہے۔

اس میں اور بھی بہت سی علتیں ہیں مثلاً اس کے متن میں اختلاف و تعارض ہے، موقوف و مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد وہ نامعلوم تخص ہے جس نے سفیان بن عیینہ کو یہ حدیث سنائی ہے۔ جمہور علماء اسلام ک بعض اعتراضات ''نعمت الاثاثہ'' نامی کتاب میں بھی موجود ہیں۔ فاضل مولف نے ان اعتراضات کے ناکام جوابات دینے کی کوشش کی ہے لیکن حق وہی ہے جو جمہور علماء اسلام نے قرآن مجید کی آیت کریمہ : وانتم عاکفون فی المساجد سے سمجھا ہے۔

یاں بطور نکتہ عرض ہے کہ ''المساجد'' کی تخصیص تین مساجد: (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصی) کے ساتھ کرنا تاریخی طور پر بھی غلط ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کا مسجد اقصی میں اعتکاف کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ بیت المقدس (جہاں مسجد اقصیٰ موجود ہے) اس زمانے میں صلیبی پولسی عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ اسے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ۱۵ھ میں فتح کیا۔ (دیکھئے البدایہ والنہایہ ج۷، ص۵۶ وغیرہ)

لہٰذا اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں مسجد حرام، مسجد نبوی کے ساتھ وہ تمام مساجد شامل ہیں جو کہ عہد نبوی میں موجود تھیں۔ مساجد کا لفظ کم ازکم تین (یا اس سے زیادہ) مسجدوں پر مشتمل ہے۔

شانِ نزول کے وقت مسجد اقصی کے خروج سے یہ خود بخود ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام مساجد بشمول مساجد ثلاثہ میں اعتکاف میں بیٹھنا جائز ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمیہ (توضیح الاحکام)

ج2ص147

محدث فتویٰ